

نسخ قرآن کی قسم نسخ التلاوة دون الحکم، پر اعتراضات کا جائزہ

حافظ محمد عبدالقیوم*

فقہائے اصولیین نزول قرآن کے وقت امکان وقوع نسخ کی تین اقسام بیان کرتے ہیں:

۱۔ نسخ التلاوت والحکم ۲۔ نسخ الحکم دون التلاوت ۳۔ نسخ التلاوت دون الحکم

ذیل میں نسخ کی قسم نسخ التلاوت دون الحکم پر تحقیقی بحث کی جاتی ہے۔

معتزین کا نسخ التلاوت دون الحکم کے وقوع پر یہ اعتراض ہے کہ نص اور اس کا حکم یعنی لفظ اور معنی دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ دونوں میں سے ایک باقی نہ رہے، اس کے جواب میں علامہ بزدوی عقلی اور نقلی طور پر ٹھوس دلائل دیتے ہیں کہ ایسا ممکن ہے کیونکہ نظم کے لحاظ سے حکم کی دو اقسام ہیں:

۱۔ حکم کے معنی (الفاظ کے معنی) ۲۔ حکم کا اعجاز (الفاظ کا اعجاز)

دونوں مقصود ہیں اور دونوں درست ہیں اور یہ بات عقلی طور پر ممکن ہے کہ حکم کے معنی نہ رہیں مگر اس کا اعجاز باقی رہے جس کو عرف عام میں ”نسخ الحکم دون التلاوة“ کہتے ہیں جیسے زانیہ کی ابتدا سزا جو مقرر کی گئی تھی وہ اسکو سورۃ النساء کی روشنی میں گھر میں بند کرنا تھا مگر بعد میں سورۃ نور میں نیا حکم آنے کے بعد زانیہ کو گھر میں بند کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا مگر وہ آیت قرآن مجید میں موجود ہے۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ حکم (آیت کے معنی) باقی رہے مگر اس کا اعجاز ختم ہو جائے۔ جس کو فقہائے اصولیین کی زبان میں ”منسوخ التلاوة دون الحکم“ کہتے ہیں۔ جس طرح رجم کی سزا کے متعلق حکم ابتدا عہد نبوی میں قرآن مجید کی آیت کے طور پر قرآن کا حصہ تھا مگر بعد میں اس کا نظم یعنی نظم قرآنی ختم ہو گیا۔ اور عہد نبوی ہی میں اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر اس کا حکم باقی رہا۔ علامہ بزدوی سورۃ مائدہ/۸۹ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ﴿فَصَبَّامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ﴾ پر زائد لفظ ”متتابعات“ کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب یہ لفظ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحیح طور پر ثابت ہو جائے اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ قرآن مجید کا حصہ تھا اور اس روایت میں کوئی عیب نہ ہو تو اس لفظ کو اس بات پر محمول کرنا لازم ہو جائے گا کہ اس کا نظم قرآنی منسوخ ہو گیا ہے، مگر اس کا حکم باقی ہے:

”متتابعات“ لکنہ لما صح عنه الحاقہ عندہ بالمصحف ولا تہمة فی روايته وجب الحمل علی
أنہ نسخ نظمه وبقی حکمہ“ (۱)

علامہ بزدوی نے یہاں ”نظم“ کے ”نسخ“ کی بات کی ہے جو کہ ایک منفرد بات ہے۔ عام طور پر کتب اصول میں

* اسٹینٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

تلاوت یا لفظ کے نسخ کی بات ہوتی ہے، جیسا کہ علامہ بنانی نے ”لفظ“ کے نسخ کی بات کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”فان نسخ اللفظ ليس معناه انعدامه بل هو موجود باقى“ (۲)

اسی طرح محمد بن یوسف جزری (م۔ ۱۱۷ھ) بھی ”نسخ اللفظ دون المعنى“ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مگر علامہ بزدوی نے ”نسخ نظم“ لکھ کر اس میں بڑی جامعیت پیدا کر دی ہے کیونکہ نظم اور معنی دونوں کے مجموعہ کا نام قرآن ہے۔ ”نظم“ لغت میں لڑی میں موتی پرونے کے معنی میں آتا ہے اور پھر نظم قرآنی اللہ کے امر و نہی اور اس کے حکم اور خبر پر دلالت کرنے والا ہے۔ اس طرح یہ سب امور قدیم ہیں یعنی نظم قرآنی اللہ کے جس امر، نہی وغیرہ کی نشاندہی کرتا ہے وہ امر، نہی وغیرہ قدیم ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے۔ چنانچہ جب ”نظم“ کے ”نسخ“ کی بات علامہ بزدوی نے کی تو اس سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ وہ آیت قرآن کی قرآنیت سے خارج ہو گیا۔

علامہ بزدوی نے اس بحث کے آخر پر جو سب سے اہم بات کی ہے وہ یہ ہے کہ علامہ فرماتے ہیں کہ ”منسوخ الظلم وحقى حکمہ“ کا تعلق وحی کی اجناس (فی اجناس الوحی) میں سے ہے یعنی انہوں نے جس کا لفظ استعمال کر کے ”منسوخ التلاوة دون الحكم“ کو وحی کی ایک مستقل قسم قرار دے دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وحی کی کوئی قسم ہے؟ علامہ بزدوی کے شارح حسام الدین حسین بن علی سخناق (م۔ ۱۴۷ھ) لکھتے ہیں کہ علامہ بزدوی کی بیان کردہ اقسام وحی میں سے یہاں ”وحی ظاہر“ کی تیسری قسم مراد ہے:

”ففى اجناس الوحى) وهو القسم الثالث من الوحى فانه وحى يتبدى لقلب النبى ﷺ بلا شبهة كما قال الله تعالى ﴿لَتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾ (النساء: ۱۰۵) وهو وحى بلا نظم وكذلك الوحى الذى هو غير متلو وحى بلا نظم الكتاب، وكذلك الالهام وحى فى حق النبى ﷺ ثبت به الحكم ولا نظم له“ (۳)

اس بات کی وضاحت کچھ اس طرح ہے کہ علامہ بزدوی باب ”تقسيم السنة فى حق النبى ﷺ“ میں وحی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وحی کی دو انواع ہیں جن میں سے ایک ”ظاہر“ اور دوسری ”باطن“ ہے۔ اسی طرح ”وحی ظاہر“ کی تین اقسام ہیں۔ ان اقسام میں سے تیسری قسم حسب ذیل ہے جس کا تعلق ”منسوخ التلاوة دون الحكم“ سے ہے:

”ما تبدى لقلبه بلا شبهة ولا مزاحم ولا معارض بالهام من الله تعالى بأن أراه بنور عنده كما قال جلّ وعلا: ﴿لَتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾ (النساء: ۱۰۵)“

وحی ظاہر کی تیسری قسم یہ ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو اور اس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو اور اس بات میں کوئی بھی مزاحم اور معارض نہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے مزید یہ کہ نبی کو اپنے نور کے ذریعے کچھ دکھائے جیسے اللہ فرماتا ہے کہ (تا کہ آپ اس چیز کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائی ہے)۔ (۴)

یعنی وہ کلام جس کو نبی اپنے کلام میں بیان کرے یا قلب پر ظاہر ہو جائے بلاشبہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے الہام ہے۔

نسخ قرآن کی قسم.....

(اور اس میں کوئی شبہ نہ ہو) بایں طور کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص نور کے ذریعے آپ ﷺ کو دکھلائے، اسی کو الہام سے موسوم کیا گیا ہے، اور الہام والی صورت میں اولیائے کرام بھی شریک ہیں، البتہ فرق یہ ہے کہ انبیائے کرام کے الہام میں خطا کا احتمال نہیں اور اولیاء کے الہام میں خطا اور صحت دونوں کا احتمال ہے اور نہ اس سے احکام شرع ثابت ہو سکتے ہیں۔ (۵)

اس طرح علامہ بزدوی کے نزدیک ”منسوخ التلاوة دون الحکم“ جو جہت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وحی کی اقسام میں سے ہے۔

عصر حاضر میں نسخ التلاوة دون الحکم پر اعتراضات کا جائزہ:

نسخ التلاوة دون الحکم سے مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم کی آیات کی تلاوت بحیثیت قرآن منسوخ کر دی گئیں اور ان کا حکم باقی رکھا گیا۔ تلاوت کے منسوخ ہونے اور اس کے حکم کے باقی رہنے کا ثبوت سنت صحیحہ ہے۔ قرآن کی آیات کی منسوخی کا علم اور ان کے حکم کے بقا کا ذریعہ احادیث صحیحہ ہیں۔ نسخ التلاوة دون الحکم کی بحث کرتے ہوئے یہ نکات میں ذہن میں رہنا ضروری ہیں۔

۱۔ جن آیات کو احادیث و سنت سے منسوخ ثابت کیا جاتا ہے ان کے الفاظ کو منزل من اللہ ثابت نہیں کیا جاتا اور نہ یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ کسی حدیث میں منقول الفاظ آیت اللہ کے الفاظ ہیں بلکہ حدیث و سنت سے اجمالاً پتا چلتا ہے کہ ان معنی کی آیت نازل ہوئی تھی۔

۲۔ حکم کے باقی رہنے کا اثبات محض اس منسوخ آیت کے الفاظ سے نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا ثبوت سنت صحیحہ اور عمل صحابہ سے ہوتا ہے۔

عصر حاضر میں اس مسئلہ کی صحیح تفہیم نہ ہونے کے باعث تحفظات کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان علماء کے اعتراضات دو قسم کے ہیں۔ ان اعتراضات کا ایک حصہ تو یہ ہے کہ ”نسخ التلاوة دون الحکم“ کا وقوع ممکن نہیں ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ حضرت عمرؓ سے مروی آیت رجم کے متعلق ہے اور پھر آیت رجم پر اعتراضات کر کے نسخ التلاوة دون الحکم کا انکار کر دیتے ہیں۔ یعنی جزء کی بنیاد پر اصل کا انکار۔

آیت رجم کی بنیاد پر نسخ التلاوة دون الحکم کا انکار:

حضرت عمرؓ سے مروی روایت رجم (الشیخ والشیخۃ اذا زنيا فارجموهما البتۃ) پر اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت رجم کے مختلف روایات میں مختلف الفاظ ہیں تو اس کا جواب کچھ اس طرح ہے کہ جب یہ منسوخ آیت درجہ تو اتر سے ساقط ہو کر قرآن کے دائرہ سے نکل گئی تو پھر یہ خبر واحد کے طور پر معنادرایت ہوتی رہی۔ اس طرح اس آیت کے الفاظ کا وحی کے الفاظ ہونے میں اختلاف ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی فقیہ اور فقہائے اصولیین میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ صریحا وحی قرآنی کے الفاظ ہیں، بلکہ علامہ ابوبکر بھصاں نے تو اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ آیت معنادرایت کی گئی ہے۔ باقاعدہ وحی جلی/ظاہری

کے الفاظ نہیں ہیں:

”فانه يحتمل أن يكون أصل الخبر ما ذكر فيه أن مما أنزل الله الرجم ثم كان تغيير الألفاظ فيه من جهة الرواية فعبر كل منهم بما كان عنده أنه هو المراد لأن من الرواة من يرى نقل المعنى عنده دون اللفظ“ (۶)

علامہ ابن نجیم نے بھی اس موضوع پر اہم گفتگو کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ”نسخ التلاوة دون الحكم“ میں ”حكم“ کی دو اقسام ہیں۔ ایک کا تعلق حکم کے معنی سے اور دوسری کا حکم کے نظم سے ہے جیسے اعجاز قرآن۔ نماز کی ادائیگی کا جواز، حائضہ اور جُنْہی کے لیے نماز کی حرمت وغیرہ کا تعلق معنی سے ہے۔ پھر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ دوسری قسم کے لیے یعنی حکم کے نظم کے لیے حضرت عمرؓ سے مروی روایت ’الشيخ والشيخة.....‘ کی مثال نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس سے تو صرف رجم کے حکم کا اثبات ہوتا ہے۔ جہاں تک اس روایت کے الفاظ کا تعلق ہے تو اس کے الفاظ منزل من اللہ نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ایسے الفاظ قرآن کے نظم اور اس کی خوبصورتی سے بعید تر ہیں۔ ابن نجیم خوبصورت الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ (اگرچہ یہ الفاظ ابن ہمام سے مستعار لیے گئے ہیں)

”أنه استبعد من تلاوة القرآن“

”یہ قرآن کے حسن و رونق سے بعید تر ہے۔“

ان کی پوری عبارت کچھ اس طرح ہے:

”نسخ قراءة ابن مسعود مع بقاء حكمه ولأن حكمه على قسمين أحدهما يتعلق بمعناه والآخر يتعلق بنظمه كالاعجاز وجواز الصلاة وحرمة للجنب والحائض فيجوز أن ينسخ أحدهما دون الآخر ولم يمثل للشأن بما عن عمر رضي الله عنه: كان فيما أنزل -الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله- وبقي حكمه وهو الرجم، من أنه استبعد من تلاوة القرآن“ (۷)

کہا جاتا ہے کہ کوئی مرفوع روایت ایسی موجود نہیں ہے جو یہ بتاتی ہو کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی تلاوت منسوخ کرنے اور مصحف سے اس کو خارج کر دینے یا اس میں درج نہ کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایت ہے جس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے آیت رجم مصحف میں لکھنے کی اجازت چاہی تو نبی کریم ﷺ نے منع فرما دیا۔ تو یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اس کے مصحف میں نہ لکھنے سے اس کی تلاوت اور قراءت بھی منسوخ ہوگئی۔ البتہ معنای ”رجم“ کے حکم کا اثبات ہو گیا۔ روایت کچھ اس طرح ہے:

”عن زيد بن ثابت قال: قد كنا نقرأ: الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة، فقال له مروان، يا زيد أفلا نكتبها؟ قال: لا، ذكرنا ذلك وفينا عمر فقال: أسعفكم، قلنا وكيف ذلك؟ قال أتني النبي ﷺ فاذا ذكر ذلك، فذكر آية الرجم، فقال يا رسول الله اكبتني آية الرجم، فأبى، وقال: لا أستطيع الآن“ (۸)

اسی طرح یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ ابن ہمام نے حضرت عمرؓ سے مروی روایت ’الشيخ والشيخة.....‘ کا انکار کیا ہے یہ بات

درست نہیں۔ ابن ہمام اس روایت کے رد و قبول پر بحث نہیں کر رہے بلکہ ان کی گفتگو کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ سورۃ نور کی آیت ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا﴾ شادی شدہ شخص کے حق میں سنت سے منسوخ ہے یا حضرت عمرؓ سے مروی روایت ”الشیخ والشیخہ.....“ سے منسوخ ہے؟۔ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ زیادہ بہتر یہی ہے کہ آیت سورۃ نور حضرت عمرؓ سے مروی روایت کی بجائے سنت قطعی سے منسوخ قرار دیا جائے۔ کیونکہ ابن ہمام کے نزدیک حضرت عمرؓ سے مروی روایت ”الشیخ والشیخہ.....“ جت ظنی ہے۔ جیسا کہ اپنی اصول فقہ کی کتاب ”التحریری فی اصول فقہ“ میں فرماتے ہیں کہ:

”القرائة الشاذة حجة ظنية“ (۹)

جبکہ جت ظنی کے مقابلے میں جب سنت قطعی موجود ہو تو بہتر یہی ہے کہ سنت قطعی کو نسخ قرار دیا جائے۔ اس طرح ابن ہمام روایت کے رد و قبول پر نہیں بلکہ مختلف دلائل میں سے ایک دلیل کی برتری کی بات کر رہے ہیں۔ اس بات کا اثبات اس سے بھی ہوتا ہے، کہ ابن ہمام ”التحریری فی اصول الفقہ“ میں لکھتے ہیں:

”وقع روى عن عمر كان فيما أنزل: الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله. وحكمه ثابت ولقد استبعد من طلاوة القرآن“ (۱۰)

ابن ہمام کے درج بالا الفاظ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک زیر بحث روایت قابل رد نہیں ہے۔ اسی طرح ابن ہمام فروع الفقہ میں اپنی کتاب ”فتح القدير“ میں ”منسوخ التلاوة دون الحكم“ روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً قسم کے کفارہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ”منسوخ التلاوة دون الحكم“ آیات کے الفاظ ”تنبات“ سے استدلال کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ تین روزے تسلسل کے ساتھ بغیر کسی انقطاع کے رکھے جائیں۔ (۱۱)

ڈاکٹر مصطفیٰ زید کے آیت رجم پر اعتراضات کی نوعیت اسی قسم کی ہے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”قد ورد فى الرواية عن عمر قوله بشأن آية حد الرجم فيما زعموا: ولولا أن يقال زاد عمر فى المصحف لكتبتها، وهو كلام يوهم أنه لم ينسخ لفظها أيضاً، مع أنهم يقولون انها منسوخة اللفظ باقية الحكم! كذلك ورد نص الآية فى الروايات التى أوردته، بعبارات مختلفة، فواحدة منها تذكر قيد الزنا بعد ذكر الشيخ والشيخة، وواحدة لاتذكره، وثالثة تذكر عبارة (نكالا من الله)، ورابعة لاتذكرها، وما هكذا تكون نصوص الآيات القرآنية ولونسخ لفظها“ (۱۲)

اسی طرح یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ”نسخ التلاوة دون الحكم“ کا تعلق قرآن سے ہے۔ حالانکہ یہ بات تو تمام اصولیین کے نزدیک متفقہ ہے کہ ان کا قرآن مجید سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی یہ موجودہ قرآن کا حصہ ہیں۔ بلکہ یہ آیات عہد نبویؐ میں قرآن کا حصہ تھیں مگر عہد نبویؐ ہی میں ان کی تلاوت منسوخ ہو گئی تھی۔

کیا نسخ التلاوة دون الحكم قرآن کا جزء ہے؟

اسی طرح ڈاکٹر مصطفیٰ زید بھی یہی اعتراض کرتے ہیں کہ ابن ظفر نے اپنی کتاب ”اليسنبوع“ میں ”نسخ التلاوة دون

الحکم“ کا یہ کہتے ہوئے انکار کیا ہے، کہ خبر واحد سے چونکہ قرآن ثابت نہیں ہو سکتا لہذا اس کا وقوع ناممکن ہے: ”وہذا الدلیل الذی ساقہ اخیراً، هو الذی حمل ابن ظفر فی الینوع علی انکار نسخ التلاوة مع بقاء الحکم، قائلًا: لأن خبر الواحد لا یثبت القرآن.....“

وانما هذا من المنساء لا النسخ“ (۱۳)

مصطفیٰ زید بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ”نسخ التلاوة دون الحکم“ کو قرآن کے جز کے طور پر نقل کیا جاتا رہا ہے۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ فقہائے اصولیین میں سے کسی نے یہ موقف اختیار نہیں کیا کہ یہ قرآن کا جز ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ زید ایک اور اعتراض یہ نقل کرتے ہیں کہ ابو جعفر النخاس (م ۳۳۸ھ) نے اپنی کتاب النسخ والمسنوخ فی القرآن الکریم میں لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہ قاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ) نے اپنی کتاب النسخ والمسنوخ فی القرآن العزیز میں ”نسخ“ کی تیسری قسم ”نسخ التلاوة دون الحکم“ کا ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ ابو جعفر النخاس لکھتے ہیں:

”لم یذكر أبو عبیدة الآلهة الثلاثة وذكر غيره رابعاً فقال: تنزل الآية وتتلی فی القرآن ثم تنسخ فلا تتلّی فی القرآن ولا تثبت فی الخط ویكون حکمها ثابتاً كما روی الزهري، عن عبید الله، عن ابن عباس، قال: خطبنا عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: كنا نقرأ الشیخ والشیخة ان زنيا فارجموهما البتة ---“ (۱۴)

جبکہ ابو عبیدہ اپنی کتاب النسخ والمسنوخ فی القرآن العزیز میں لکھتے ہیں کہ کتاب وسنت میں نسخ کی تین اقسام ہیں۔ ”وأما النسخ: فان له ثلاثة مواضع فی الكتاب والسنة ولكلها شواهد ودلائل، فأحدها: نسخ القرآن مما یعمل به، وهو علم الناسخ من المنسوخ ولا شاهد علیه ما فسرہ ابن عباس فی حدیثہ الذی ذکرناه: أنه ابدال الآية مكان الآية، ثم أوضحه مجاهد فقال: یثبت خطها ویبذل حکمها، فهذا هو المعروف عند العالم أن الآية الناسخة المنسوخة جميعاً ثابتان فی التلاوة وفی خط المصحف إلا ان المنسوخة منهما غیر معمول بها، والناسخة هی التي أوجب الله عز وجل علی الناس اتباعها والأخذ بها۔ وأما النسخ الثاني: فان ترفع الآية المنسوخة بعد نزولها، فتكون خارجة من قلوب الرجال ومن ثبوت الخط والشاهد علیه أحادیث عدة“ (۱۵)

ابو عبیدہ کی درج بالا عبارت میں نسخ کی دو اقسام کا ذکر ہے۔ ابو عبیدہ کی کتاب ”النسخ والمسنوخ فی القرآن العزیز“ کا جو نسخہ مدون (ایڈٹ) ہوا ہے، اس میں تیسری قسم کا ذکر نہیں ہے، صرف (موضوعہ) کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس کتاب کے ایڈیٹر محمد بن صالح لفظ (موضوعہ) کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

”الكلام من قوله (موضوعه) فما بعده يدل على السقط فيكون الساقط القسم الثالث من

النسخ وهو النقل، من نسخت الكتاب نقلته“ (۱۶)

ابو عبیدہ کی زیر بحث کتاب میں اگرچہ ”مسنوخ التلاوة دون الحکم“ کا ذکر نہیں ملتا ہے، مگر ابو عبیدہ کی دوسری کتاب فضائل

القرآن میں باقاعدہ ایک باب بعنوان ”باب ذکر ما رفع من القرآن بعد نزوله ولم يُثبت في المصاحف....“ قائم کیا ہے اور اس میں سترہ (۱۷) روایات نقل کی ہیں جن میں روایتِ رحم (الشیخ والشیخہ اذا زنیاً) بھی ہے، اور پھر ان روایات کے آخر پر لکھتے ہیں:

”فأما ما جاء من هذه الحروف التي لم يؤخذ علمها إلا بالسناد. والروایات التي تعرفها الخاصة من العلماء دون عوام الناس، فانما أراد أهل العلم منها أن يستشهدوا بها على تأويل ما بين اللوحين، ويكون دلائل على معرفة معانيه، وعلم وجوهه، وذلك كقراءة حفصة وعائشة (حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى) صلاة العصر [البقرة: ۲۳۸]، وكقراءة ابن مسعود (والسارقون السارقات فاقطعوا إيمانهم) [المائدة: ۳۸]----“ (۷۱)

درج بالا الفاظ سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ ابو عبید ”منسوخ التلاوة دون الحكم“ قسم کی روایات کے تو قائل ہیں۔ اسی طرح ابو جعفر الخاس بھی ”منسوخ التلاوة دون الحكم“ کے قائل تھے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب ”الناسخ والمنسوخ“ میں قسم رابع کے تحت اس پر بحث کی ہے۔

آخر پر ڈاکٹر مصطفیٰ زید لکھتے ہیں:

”ومن ثم يبقى منسوخ التلاوة باقى الحكم مجرد محض، لم يتحقق فى واقعة واحدة، ولهذا نرفضه، ونرى أنه غير معقول ولا منقول۔“

ڈاکٹر مصطفیٰ زید کا کہنا ہے کہ ”کسی ایک واقعہ میں بھی نسخ التلاوة دون الحكم کا صحیح ہونا ثابت نہیں ہوتا لہذا ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ نسخ التلاوة دون الحكم عقلی اور نقلی دونوں طور پر درست نہیں ہے۔“

گزشتہ صفحات میں اصولیین کی مباحث کی روشنی میں عقلی اور نقلی طور پر اس کا امکان ثابت کیا ہے کہ نسخ التلاوة دون الحكم کا وقوع ممکن ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ نسخ کی قسم نسخ التلاوة دون الحكم نسخ قرآن کی ایک مستقل نوع ہے، جس کے وقوع کا عقلی و نقلی طور پر امکان موجود ہے۔ لیکن نسخ التلاوة روایات کو قرآن کریم کا جز یا حصہ قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی فقہائے اصولیین میں سے کسی نے ایسی روایات کو قرآن کریم کا جز قرار دیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

- ۱۔ بزودی، کنز الوصول الی معرفۃ الاصول، ص ۲۲۶، میر محمد کتب خانہ کراچی۔
- ۲۔ محمد بن یوسف جزری، معراج المنہاج شرح منہاج الوصول للقاوسی ناصر الدین بیضاوی، ص ۳۷۷، دار ابن حزم، بیروت، ۲۰۰۳ء۔
- ۳۔ بنانی، عبدالرحمن بن جاد اللہ، حاشیۃ العلامة البنانی علی شرح الجلال شمس الدین محمد بن احمد محلی، ج ۲، ص ۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۸ء۔
- ۴۔ بزودی، کنز الوصول، ص ۲۳۰-۲۲۹، علامہ فناری (م- ۸۳۴ھ) اور دیگر علماء کے نزدیک بھی وحی کی یہی اقسام ہیں، دیکھو: علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الفناری الرومی، فصول البدائع فی أصول الشرائع، ج ۲، ص ۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۶ء۔
- ۵۔ سغنائی، حسام الدین، الکافی شرح بزودی، ۱۵۴۴/۳، مکتبۃ الرشید، ریاض، ۲۰۰۱ء۔
- ۶۔ بھصاص، ابوبکر، الفصول فی الاصول، ج ۲، ص ۲۶۰، باب: فی نسخ التلاوة مع بقاء الحکم، طبعہ ثانیہ ۱۹۹۴ء۔
- ۷۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، فتح الغفار بشرح المنار المعروف بمشکاة الأنوار فی اصول المنار، ج ۲، ص ۱۳۵۔ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلی، مصر، ۱۹۳۶ء۔
- ۸۔ ابن ہمام، التحریر، ص ۲۹۹، مصطفیٰ البابی الحلی، مصر، ۱۳۵۱ھ۔
- ۹۔ ابن ہمام، التحریر فی اصول الفقہ، ص ۳۸۹۔
- ۱۱۔ دیکھو، ابن ہمام، محمد بن عبدالواحد، شرح فتح القدير علی الهدایہ، ج ۵، ص ۷۶، کتاب الايمان، فصل فی الکفارة، دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء۔
- ۱۲۔ زید، مصطفیٰ، نسخ فی القرآن الکریم، ج ۱، ص ۲۸۳۔ دار الفکر العربی قاہرہ، ۱۹۶۳ء۔
- ۱۳۔ زید، مصطفیٰ، النسخ فی القرآن الکریم، ج ۱، ص ۲۸۴۔
- ۱۴۔ ابوجعفر النحاس، النسخ والنسوخ فی القرآن الکریم، ص ۱۶، ۱۷۔
- ۱۵۔ ابوعبید، الناسخ والمنسوخ فی القرآن العزیز، تحقیق: محمد بن صالح، ص ۱۶۵، مکتبۃ الرشید، ریاض، ۱۹۹۷ء۔
- ۱۶۔ ابوعبید، الناسخ والمنسوخ فی القرآن العزیز، تحقیق: محمد بن صالح، حاشیہ: ص ۱۶، مکتبۃ الرشید، ریاض، ۱۹۹۷ء۔
- ۱۷۔ ابوعبید، فضائل القرآن، ص ۱۹۰ تا ۱۹۵۔